یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین

نالۂ شبلی

مرتبہ

خاکسار محمود احمد عباسی

باہتمام خاکسار رشید احمد انصاری

۱۹۱۳

مطبوعہ مطبع احمدی علی گڈہ

۱۵۰۰ جلد . . . . قیمت [illegible]

(محمود احمد نے مدرسۃ العلوم علی گڈہ سے شائع کی)

مسلمان بچوں کی اسلامی تربیت اور ان میں اخلاقی فضائل کی نشو و نما کیلئے خیر القرون کے آثار اور سلف صالحین کے کارنامے جسقدر زیادہ اہم اور ضروری ہیں افسوس ہے کہ اُسی قدر انکی طرف سے غفلت کی جارہی ہے۔ کچھ عرصہ سے شمس العلما علامہ شبلی نعمانی کو اس ضرورت کی طرف توجہ ہوئی اور اُنھوں نے بزرگانِ سلف کے واقعات اور کارناموں کو نہایت موثر اور دلنشین طریقے پر نظم کرنا شروع کیا ہے۔ تاریخی واقعات کا عمدہ اور موثر پیرایہ میں نظم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بڑی قادر الکلامی کی ضرورت ہے۔ علامہ ممدوح نے جس خوبی سے اس مشکل کام کو انجام دیا ہے اُس کا اعتراف ہندوستان میں ہر سمجھدار شخص کر رہا ہے۔ درحقیقت مولنا ممدوح کا یہ احسان اسقدر عظیم الشان اور گراں بہا ہے کہ تمام افرادِ ملت اور ان کی آیندہ نسلیں ہمیشہ ان کی شکر گزار رہینگی۔

میں نے علامہ ممدوح سے اجازت لیکر اس قسم کی نظموں کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے۔ جسکو میں شائع کرتا ہوں۔ درحقیقت یہ نظمیں اس قابل ہیں کہ امت محمدیہ کا ہر ایک فرد ان پر غور کرے اور عبرت لے اور اپنے دل میں سوچے کہ اس معیار سے وہ کہاں تک مسلمان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ یہ رسالہ مسلمانوں میں مقبول ہوگا۔ اور اخلاقی تعلیم اور اسلامی تربیت کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کو یہ نظمیں بطور گیتوں اور لوریوں کے ازبریاد کرادے۔ اور صرف یہی خیال اس رسالہ کی اشاعت کا باعث ہوا ہے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

احقر۔ عباسی

بیاورید گر ایں جا بود سخندانے
غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

شہر آشوب اسلام

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشاں کب تک
چراغِ کشتۂ محفل سے اُٹھے گا دھواں کب تک

قبائے سلطنت کے گر فلک نے کر دیے پُرزے
فضائے آسمانی میں اُڑیں گی دھجیاں کب تک

مراکش جا چکا، فارس گیا، اب دیکھنا یہ ہے
کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریضِ سخت جاں کب تک

یہ سیلابِ بلا بلقان سے جو بڑھتا آتا ہے
اسے روکے گا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کب تک

یہ سب ہیں رقصِ بسمل کا تماشا دیکھنے والے
یہ سیر انکو دکھائیگا شہیدِ نیم جاں کب تک

یہ وہ ہیں نالۂ مظلوم کی لے جنکو بھاتی ہے
یہ راگ ان کو سنائے گا یتیمِ ناتواں کب تک

کوئی پوچھے کہ اے تہذیبِ انسانی کے اُستادو
یہ ظلم آرائیاں تا کے یہ حشر انگیزیاں کب تک

یہ جوش انگیزیئے طوفانِ بیداد و بلا تا کے؟
یہ لطف اندوزیئے ہنگامۂ آہ و فغاں کب تک

یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہوگا اِس کا امتحاں کب تک

نگارستانِ خوں کی سیر گر تم نے نہیں دیکھی
تو ہم دکھلائیں تم کو زخمہائے خوں چکاں کب تک

یہ مانا گرمیٔ محفل کے ساماں چاہئیں تم کو؟
دکھائیں ہم تمہیں ہنگامۂ آہ و فغاں کب تک

یہ مانا قصّۂ غم سے تمھارا جی بہلتا ہے
سنائیں تم کو اپنے دردِ دل کی داستاں کب تک

یہ مانا تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا
ہم اپنے خون سے سینچیں تمہاری کھیتیاں کب تک

عروسِ بخت کی خاطر تمہیں درکار ہے افشاں
ہمارے ذرّہ ہائے خاک ہونگے زرفشاں کب تک

کہاں تک لوگے ہم سے انتقامِ فتحِ ایوبی
دکھاؤگے ہمیں جنگِ صلیبی کا سماں کب تک

سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشانِ رفتگاں ہیں ہم
مٹاؤگے ہمارا اس طرح نام و نشاں کب تک

زوالِ دولتِ عثماں، زوالِ شرع و ملت ہے
عزیزو! فکرِ فرزند و عیال و خان و ماں کب تک

خدارا تم یہ سمجھے بھی کہ یہ طیاریاں کیا ہیں؟
نہ سمجھے اب تو پھر سمجھوگے تم یہ چیستاں کب تک

پرستارانِ خاکِ کعبہ دنیا سے اگر اُٹھے
تو پھر یہ احترامِ سجدہ گاہِ قدسیاں کب تک

جو گونج اُٹھے گا عالم شورِ ناقوسِ کلیسا سے
تو پھر یہ نغمۂ توحید و گلبانگِ اذاں کب تک

بکھرتے جاتے ہیں شیرازۂ اوراقِ یزدانی
چلیں گی تند بادِ کفر کی یہ آندھیاں کب تک

کہیں اُڑ کر نہ دامانِ حرم کو بھی یہ چھو آئے
غبارِ کفر کی یہ بے محابا شوخیاں کب تک

حرم کی سمت بھی صید افگنوں کی جب نگاہیں ہیں ۔۔۔ تو پھر سمجھو کہ مرغانِ حرم کے آشیاں کب تک

جو ہجرت کر کے جائیں بھی تو شبلی اب کہاں جائیں ۔۔۔ کہیں اب کیا کہ دامن گیری ہندوستاں کب تک

ترکیب بند

اے کہ نیرنگِ سراپردۂ عالم دیدی ۔۔۔ جاہ کیخسرو و فرِّ حشمِ جم دیدی

گونہ گوں بازی گردوں بہ نگہ آوردی ۔۔۔ پیکر آرائی ایں برشدہ طارم دیدی

مسند آرائی جم را بہ نظر آوردی ۔۔۔ تاج سلجوق و خم طرۂ دیلم دیدی

داستانہائے جہانگیری خسرو خواندی ۔۔۔ زور بازوئے کمند افگن رستم دیدی

فرۂ افسر و دیہیم تماشا کردی، ۔۔۔ سر برافراختن رایت و پرچم دیدی

ہم جہانگیری شمشیر و سناں بشنیدی ۔۔۔ ہم طرازندگی خامہ و خاتم دیدی

الغرض ہر چہ جہاں را سر و ساماں باشد ۔۔۔ ہمہ را دیدی و خود گیر کہ ہم دیدی

خود گرفتیم کہ در جلوہ گہ دولت و جاہ ۔۔۔ آنچہ ہرگز نتواں دید، تو آں ہم دیدی

لیک بالاتر ازیں جملہ جہانے دگرست
کہ درو کالبدے دیگر و جانے دگرست

عالمے ہست کہ آنجا سخن از جاں باشد ۔۔۔ عالمے ہست کہ دردش ہمہ درماں باشد

عالمے ہست کہ ہر ذرۂ او را بہ فروغ
پنجہ در پنجۂ خورشید درخشاں باشد

عالمے ہست کہ آں جا بہ رہ و رسم نیاز
چرخ و انجم ہمہ سر بر خط فرماں باشد

خاکِ او معتکفِ دیلم و سلجوق بود
درگہش سجدہ گہ قیصر و خاقاں باشد

سخن آنجا رود از منبر و محراب و دعا
گر حدیثے ہمہ از گنبد و ایواں باشد

تو حدیث از جم و کیخسرو و دارا گوئی
سخن آنجا ز مسیح و ز سلیماں باشد

سامری دم نتواند زدن آنجا کہ خود او
پنجہ بر تافتۂ موسیٰ عمراں باشد

داستانہائے تو افسانۂ شاہ است و وزیر
حرف آں بزم ز پیغمبر و یزداں باشد

گفتگوئے تو ز توقیع و ز فرمان، و آنجا
سخن از وحی و ز الہام و ز فرقاں باشد

تو حدیث از جم و دارا بسرائی و آنجا
گفتگو از عمر و حیدر و عثماں باشد

ہیبت درۂ عدل عمری برگوئید
گر حدیثے ز دم خنجر خاقاں باشد

تو بہ فرمودۂ اسپنسر و بیکن نازی
سخن آنجا ہمہ از گفتۂ یزداں باشد

کم ز آئین جہانداری سو کتن نبود
آں اساسے کہ بر آوردۂ نعماں باشد

زیں دو عالم کہ ترا در نظر آمد اکنوں
تو کرا خواہی و کارت بچہ عنواں باشد

ہاں نگوئیم کہ آں گیری و ایں بگذاری
حیف باشد کہ تو سر رشتۂ دیں بگذاری

خوش بود ایں کہ ترا جاہ و حشم ہم باشد
لیک حیف ست اگر حرمت دیں کم باشد

ملک و دیں ہر دو بپا گشتۂ نیروی ہم اند
اندراں کوش کہ ایں باشد و آں ہم باشد

بایدت سعی بداں ساں کہ بہر دو رسیے
دین و دنیا بہم آمیزی و توام باشد

شرط اسلام نباشد کہ بہ دنیا طلبی
التفات تو بہ دین نبوی کم باشد

روز بازار بود فلسفہ و ہندسہ را
نامۂ شرع پراگندہ و درہم باشد

رسم اسلام نباشد کہ بہ تحصیلِ علوم
ہیئت و ہندسہ بر شرع مقدم باشد

نکتۂ شرع بہ افسانہ برابر ننہی،
یورپ ار گپ زند آں نیز مسلّم باشد

حل ہر مسئلۂ فقہ ز یورپ طلبی
شرع پیش تو ز تقویم کہن کم باشد

وین نہ سنجی کہ ز آئین خرد دور بود
اینکہ بیگانہ بہ ہمرازی محرم باشد

از ابوبکر و عمر ہیچ بہ یادت ناید
گرمی بزم تو از سیزر اعظم باشد

در سخن بگذرد از سیرت و شان نبوی
ہرچہ گوئی ہمہ از گفتۂ ولیم باشد

انچہ حق ہست ترا در نظر آید باطل
انچہ شہد است بکام تو ہمہ سم باشد

کار ملّت ہمہ آشفتہ و ابتر گشتہ است
صفِ جمعیتِ ما ہم صفِ ماتم باشد

آں کہ خود خاتمۂ زندگیش، ایں شدہ است
آہ کو امت پیغمبر خاتم باشد

تو دریں غم کہ زر و زور و زمیں نگذاریم
ما دریں فکر کہ سر رشتۂ دیں نگذاریم

درد دیں گر قدرے نیز بود بس باشد
زاں گذشتیم کہ بسیار و فزوں می باید

کار امروز بہ فردا نتواں باز گذاشت
زیں سپس انچہ تواں کرد کنوں می باید

فرصت از دست بشد ہرچہ کنی زود بکن
ایں نہ کارے کہ در و صبر و سکوں می باید

این چنیں کار بہ تمکین و سکوں بر ناید
اندکے نیز دریں شیوہ جنوں می باید

کار ملت نہ بہ افسانہ و افسوں باشد
سینۂ سوختہ و درد دروں می باید

شبلیا وقت دعا شد قلم از دست بنہ
آہِ پر سوز، و دل آغشتہ بہ خوں می باید

ما نہ آنیم کہ جاہ و حشمے مے خواہیم
داورا، از تو نگاہ کرمے میخواہیم

تنزّلِ اسلام کا سببِ اصلی

لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہے اب امرِ صریح
کہ زمانہ میں کہیں عزّتِ اسلام نہیں

آپ جائیں گے جہاں، قوم کو پائیں گے ذلیل
اس میں تخصیص عراق و عرب و شام نہیں

یہ بھی ظاہر ہے کہ ہیں مختلف الحال یہ لوگ
کوئی چیز ان میں جو ہو مشترکِ عام نہیں

ایشیائی ہے اگر یہ، تو وہ ہے افریقی
اور کوئی رابطہ نامہ و پیغام نہیں

لالہ رُخ یہ ہے، تو زنگی و سیاہ فام ہے وہ
یہ سمن بُو ہے، وہ موزون و خوش اندام نہیں

اس نے گہوارۂ راحت میں بسر کی ہے عمر
وہ کبھی خوگر آسایش و آرام نہیں

وہ ازل سے ہے کمند افگن و شمشیر نواز
اس کو جز عیش، کسی چیز سے کچھ کام نہیں

خون و ایواں سے بھی سیری نہیں ہوتی اس کو
اس کو گر نانِ جویں بھی ہو، تو ابرام نہیں

اس نے یورپ کے مدارس میں جو سیکھے ہیں علوم
وہ ابھی ابجدِ تعلیم سے بھی رام نہیں

اِس قدر فرق و تفاوت یہ بھی ہے عام یہ بات
قوم کا دفترِ عزت میں کہیں نام نہیں

~~~

پس اگر غور سے دیکھو، تو بجز مذہب دیں
ہم مسلمانوں میں کوئی صفتِ عام نہیں

اِن اصولوں کی بنا پر یہ نتیجہ ہے صریح
سببِ پستیٔ اسلام، جزِ اسلام نہیں

~~~

اِن مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار
یہ حقایق ہیں، تماشائے لبِ بام نہیں

غور کرنے کے لیے فکر و تعمّق ہے ضرور
منزلِ خاص ہے یہ، رہگذرِ عام نہیں

بحثِ مافیہ میں پہلی غلطی یہ ہے، کہ آپ
جس کو اسلام سمجھتے ہیں وہ اسلام نہیں

آپ کھانے کو بناتے ہیں پہلے مسموم
پھر یہ کہتے ہیں غذا موجبِ اسقام نہیں

اعتقادات میں ہے سب سے مقدم توحید
آپ اِس وصف کو ڈھونڈیں تو کہیں نام نہیں

کون ہے شائبۂ شرک سے خالی اس وقت
کون ہے جس پہ فریبِ ہوسِ خام نہیں

آستانوں کی زیارت کے لیے شدِّ رحال
اِس میں کیا شان پرستاریٔ اصنام نہیں؟

کیجیے مسئلہ "شرکِ نبوت" پہ جو غور
کفر میں بھی یہ جہانگیریِ اوہام نہیں

اب عمل پر جو نظر کیجیے آئے گا نظر
کہ کسی ملک میں پابندیٔ احکام نہیں

اغنیا کی ہے یہ حالت، کہ تہی ہے وہ ایاغ
جس کے چہرہ پہ فروغِ مے گلفام نہیں

نصِّ قرآں سے مسلمان ہیں بھائی بھائی
اِس اخوت میں خصوصیتِ اعمام نہیں

یاں یہ حالت ہے، کہ بھائی کا بھائی دشمن
کونسا گھر ہے جہاں یہ روش عام نہیں
نہ کہیں صدق و دیانت ہے نہ پابندی عہد
دل میں انصاف، زبانوں پہ جو دشنام نہیں
آیتِ فَاعْتَبِرُوْا پڑھتے ہیں ہر روز مگر
علما کو خبر گردشِ ایام نہیں
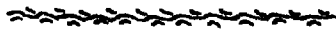
الغرض عام ہے جو چیز وہ بیدینی ہے
صاف یہ بات ہے، دھوکا نہیں، ابہام نہیں
ان حقائق کی بنا پر سببِ پستیٔ قوم
ترکِ پابندیٔ اسلام ہے اسلام نہیں

ایثارِ نبوی

افلاس سے تھا سیّدۂ پاک کا یہ حال
(حضرۃ فاطمہ زہرا)
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئیں تھیں ہات کی دونوں ہتھیلیاں
چکّی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ، مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار
گو نور سے بھرا تھا، مگر نیل فام تھا
آخر گئیں جنابِ رسولِ خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو غیر تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
جا کر پھر آئیں جب تو یہ دیکھا کہ مرتضےٰؓ
دربانِ آستانۂ خیرالانام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صُفّۂ نبوی میں قیام تھا

میں اُن کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز
کچھ تم سے بھی زیادہ ہے اِن بیکسوں کا حق
خاموش ہو کے سیّدۂ پاک رہ گئیں

ہر چند اِس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
ناکام پھر گئیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی ہے اہلِ بیتِ مطہّر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا

جرأتِ اظہارِ حق

جب ولی عہد ہوا تختِ حکومت کا یزید
کہ ولی عہد کا بھی نام پڑھا جائے ضرور
وقت آیا تو چڑھا پایۂ منبر پہ خطیب
یہ نئی بات نہیں ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ
دفعتہً مجمعِ حضّار سے بولا ایک شخص
اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے؟
یہ طریقہ متوارث ہے تو کفّار میں ہے

حاکمِ یثرب و بطحا کو یہ پہنچے احکام
خطبہ پڑھتا ہے حریمِ نبوی میں جو امام
اور کہا یہ کہ "یزید اب ہے امیر الاسلام
جانشیں کر گئے جب موت کا پہنچا پیغام
جھوٹ بکتا ہے تو یہ آ کے خلف نسلِ لیام
ہاں مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنّتِ عام
ورنہ اسلام ہے اِک مجلسِ شوریٰ کا نظام

اِس سے بھی قطع نظر نسلِ عرب ہیں ہم لوگ
وہ کوئی اور ہیں ہوتے ہیں جو شاہوں کے غلام

مذہب یا سیاست

تم کسی قوم کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو، / دو ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار

یا کوئی جذبۂ دینی تھا، کہ جس نے دم میں / کر دیا ذرۂ افسردہ کو ہمرنگِ شرار

ہے یہ وہ قوت پُرزور کہ جس کی ٹکر / سنگ خارا کو بنا دیتی ہے اِک مشتِ غبار

اِسکی زد کھا کے لرز جاتی ہے بنیاد زمین / اس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہیں اوراق دیار

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے / کھیلنے جاتے تھے ایوانگہ کسریٰ میں شکار

وہ اُلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں / جن کے ہاتھوں میں ہاکرتی تھی اُونٹوں کی مہار

اسکی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم / بن گئی دہر میں جا کر چمن آرائے بہار

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن / فاش کرنے لگے جبریل امیں کے اسرار

یا کوئی جاذبۂ ملک و وطن تھا جس نے / کر دیے دم میں قوائے عملی سب بیدار

ہے اسی مے سے یہ سرمستی احرار وطن / ہے اِسی نشے سے یہ گرمیٔ ہنگامۂ کار

آپ دونوں سے کیے دیتے ہیں ہم کو محروم / نہ سیاست ہے نہ ناموس شریعت کا وقار

مدتوں بحث سیاست کی اجازت ہی نہ تھی / کہ وفاداری مُسلم کا تھا یہ خاص شعار

اب اجازت ہے مگر دائرۂ بحث نہ ہے — کہ گورنمنٹ سے اس بات کے ہوں عرضہ گذار

ہم کو پامال کئے دیتے ہیں ابنائے وطن — ڈر ہے، پس جائے نہ یہ فرقۂ اخلاص شعار

یہ بھی اک گونہ شکایت ہے غلاموں کو ضرور — کہ مناصب میں ہے کم حلقہ بگوشوں کا شمار"

اب کہاں جذبۂ دینی، تو وہ اس طرح مٹا — کہ ہمیں آپ ہی آتا ہے اب اس نام سے عار

وضع میں، طرز میں، اخلاق میں، سیرت میں کہیں — نظر آتے نہیں کچھ حرمتِ دیں کے آثار

آپ نے ہم کو سکھائے ہیں جو یورپ کے علوم — اس ضرورت سے نہیں قوم کو ہرگز انکار

بحث یہ ہے کہ وہ اس طرز سے بھی ممکن تھا — کہ نہ گھٹتا کبھی ناموسِ شریعت کا وقار

ہم نے پہلے بھی تو اغیار کے سیکھے تھے علوم — ہم نے پہلے بھی تو اس نشے کا دیکھا ہے خمار

نام لیتے تھے ارسطو کا ادب سے، ہرچند — تھے فلاطونِ الٰہی کے بھی گو شکر گزار

جانتے تھے مگر اس بات کو بھی اہلِ نظر — کہ حریفوں کو نہیں انجمنِ خاص میں بار

یعنی یہ بادۂ عرفاں کے نہیں ذوق شناس — بزمِ اسرار کے یہ لوگ نہیں بادہ گسار

آج ہر بات میں ہے شانِ تفرنج پیدا — آج ہر رنگ میں یورپ کا نمایاں ہے شعار

ہیں شریعت کے مسائل بھی وہیں تک مقبول — کہ جہاں تک انہیں معقول بتائیں اغیار

نہ شریعت، نہ سیاست، تو پھر اب کس کے لیے — یہ تگ و دو ہے، یہ شورش ہے، یہ غل ہے، یہ پکار
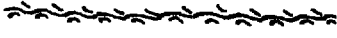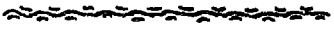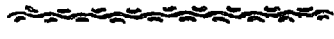
خواتینِ عرب کا ثبات و استقلال

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابن زبیر
سب نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے یکبار

ابن مروان نے حجاج کو بھیجا پئے جنگ
جسکی تقدیر میں غارتِ حرم کا تھا شکار

حرمِ کعبہ میں محصور ہوئے ابن زبیر
فوجِ بیدین نے کیا کعبۂ ملت کا حصار

دامنِ عرش ہوا جاتا تھا آلودۂ گرد
بارشِ سنگ سے اٹھتا تھا جو رہ رہ کے غبار

تھا جو سامانِ رسد چار طرف سے مسدود
ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا اِک کنجِ مزار

جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا
ماں کی خدمت میں گئے ابنِ زبیر آخرکار

جا کے کی عرض کہ اے اختِ حریمِ نبوی
نظر آتے نہیں اب حرمتِ دیں کے آثار

آپ فرمائیے اب آپ کا ارشاد ہے کیا
کہ میں ہوں آپ کا اِک بندۂ فرمان گزار

صلح کر لوں کہ چلا جاؤں حرم سے باہر
یا یہیں رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤں نثار

بولی وہ پردہ نشینِ حرمِ سرِ عفاف
حق پہ گر تو ہے، تو پھر صلح ہے مستوجبِ عار

یہ زمیں ہے وہی قربانگہ اسمٰعیل
فدیۂ نفس ہے خود دینِ خلیلی کا شعار

ماں سے رخصت ہوئے یہ کہہ کے بہ آداب و نیاز
آپ کے دودھ سے شرمندہ نہ ہوں گا زنہار

پہلے ہی حملہ میں دشمن کی الٹ دیں فوجیں
جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار

منجنیقوں سے برستے تھے جو پتھر پیہم
ایک پتھر نے کیا آ کے سرِ رخ کو فگار

خون ٹپکا جو قدم پر، تو کہا از رہِ فخر
یہ ارادہ ہے کہ ہم ہاشمیوں کا ہے شعار

اس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہیں زخم
خون ٹپکے گا تو ٹپکے گا قدم پر ہر بار

زخم کھا کھا کے لڑے جاتے تھے لیکن کب تک!
آخر الامر گرے خاک پہ مجروح و نزار

لاش منگوا کے جو حجّاج نے دیکھی تو کہا
اس کو سولی پہ چڑھا دو کہ یہ تھا قابلِ دار

لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن
اُن کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار

اتفاقات سے اِک دن جو اُدھر جا نکلیں
دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یکبار

ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اُترتا نہیں اب بھی یہ سوار

عدلِ فاروقی کا ایک واقعہ

ایک دن حضرت فاروق نے ممبر پہ کہا:
میں تمھیں حکم جو کچھ دوں تو کرو گے منظور؟

ایک نے اُٹھ کے کہا یہ کہ "نہ مانیں گے کبھی
کہ ترے عدل میں ہم کو نظر آتا ہے فتور

چادریں مالِ غنیمت میں جو اب کے آئیں
صحنِ مسجد میں وہ تقسیم ہوئیں سب کے حضور

اُن میں ہر ایک کے حصّے میں فقط ایک آئی
تھا تمھارا بھی وہی حق کہ یہی ہے دستور

اب جو یہ جسم پہ تیرے نظر آتا ہے لباس
یہ اُسی لوٹ کی چادر سے بنا ہوگا ضرور

مختصر تھی وہ ردا، اور ترا قد ہے دراز
ایک چادر میں ترا جسم نہ ہوگا مستور

اپنے حصّے سے زیادہ جو لیا تو نے تو اب
تو خلافت کے نہ قابل ہے نہ ہم ہیں مامور"

گرچہ وہ حد مناسب سے بڑھا جاتا تھا
سب کے سب مہر بہ لب تھے، چہ اناث و چہ ذکور

روک دے کوئی کسی کو، یہ نہ رکھتا تھا مجال
نشۂ عدل و مساوات سے تھے سب مخمور

اپنے فرزند سے فاروق معظم نے کہا:
تم کو ہے حالتِ اصلی کی حقیقت پہ عبور

تمھیں دے سکتے ہو اس کا مری جانب سے جواب
کہ نہ پکڑے مجھے محشر میں مرا ربِّ غفور

بولے یہ ابن عمر سب سے مخاطب ہو کر
اس میں کچھ والد ماجد کا نہیں جرم و قصور

ایک چادر میں جو پورا نہ ہوا اُن کا لباس
کر سکی اس کو گوارا نہ مری طبعِ غیور

اپنے حصے کی بھی میں نے انہیں چادر دیدی
واقعہ کی یہ حقیقت ہے، کہ جو تھی مستور

نکتہ چیں نے یہ کہا اُٹھ کے کہ ہاں اے فاروق
حکم دے ہم کو، کہ اب ہم اسے مانیں گے ضرور

جراَت، صداقت

مدتوں حضرت عباسؓ بھی تھے شامل کفر
کم سے کم یہ، کہ رسالت پہ نہ تھا اُن کو یقیں

بدر میں آکے لڑے، اور گرفتار ہوئے
بسکہ تقدیر میں تھی خانۂ زنداں کی زمیں

قیدیوں کے لیے جو گھر کہ ہوا تھا تیار
اتفاقات سے تھا خانۂ مسجد کے قریں
رات کو حضرتِ عبّاس کراہے اکثر
قید کرتے ہوئے لوگوں نے جو مشکیں تھیں کسیں
دیر تک سرورِ عالم کو رہی بے خوابی،
کروٹیں لیتے تھے اور نیند نہ آتی تھی قریں
وجہ پوچھی جو صحابہ نے، تو یہ فرمایا!
آتی ہے کان میں عباسؓ کی آواز حزیں
جب سنا یہ، تو وہیں کھول دیئے ہات اُن کے
چین سے حضرت عباس نے راتیں کاٹیں

~~~~~~~~~~~~

تھا انھیں حضرتِ عباسؓ کا پوتا منصورؔ
جو کہ ایوانِ خلافت میں ہوا تخت نشیں
ایک دن حکم دیا اُس نے کہ اولادِ رسولؐ
ایک جا جمع کیے جائیں جو مل جائیں کہیں
پھر دیا حکم کہ ان سب کو پنہا کر زنجیر
کچھ وہاں سے کہ نہیں خانۂ زنداں کے مکیں

~~~~~~~~~~~~

ایک دن سیر کو اِس شان سے نکلا منصورؔ
ساتھ ساتھ آتے تھے پیدل جگر و جانِ رسولؐ
پا بزنجیر تھے سادات یسار اور یمیں
اور منصور تھا زیبِ حرمِ خانہ زیں

~~~~~~~~~~~~

ایک نے مجمعِ سادات سے بڑھ کر یہ کہا
گرچہ اِس لطف کے مشکور ہیں ہم خاک نشیں
غزوۂ بدر میں لیکن جو کیا ہم نے سلوک
وہ تو کچھ اور تھا ہے یاد بھی تم کو کہ نہیں؟"

~~~~~~~~~~~~

خلافتِ فاروقی کا ایک واقعہ

عام الرمادہ کہتے ہیں، جسکو عرب میں لوگ
عہدِ خلافتِ عمری کا وہ سال تھا

اُس سال قحط عام تھا ایسا، کہ ملک میں
لوگوں کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا

پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابر سے
ہر خاص و عام سخت پراگندہ حال تھا

اعراب کی بسر حشراتِ زمیں پہ تھی
سب اُٹھ گیا، جو فرق حرام و حلال تھا

تشویش سب سے بڑھ کے جنابِ عمر کو تھی
ہر دم اسی کی فکر، اسی کا خیال تھا

تدبیر لاکھ کی تھی، مگر رُک سکا نہ قحط
گو انتظام ملک میں ان کو کمال تھا

معمول تھا جنابِ عمر کا، کہ متّصل
کرتے تھے گشت، رات کو سونا محال تھا

اِک دن کا واقعہ ہے، کہ پہونچے جو دشت میں
کوسوں تلک زمین پہ خیموں کا جال تھا

بچے کئی تھے ایک ضعیفہ کی گود میں
جن میں کوئی بڑا تھا، کوئی خُرد سال تھا

دیکھا جو اُسکو یہ، کہ پکاتی ہے کوئی چیز
جاتا رہا، جو طبعِ حزیں میں ملال تھا

سمجھے، کہ اب وہ ملک کی حالت نہیں رہی
کم ہو چلا ہے، قحط کا جو اشتعال تھا

پوچھا خود اُس سے جاکے، تو رونے لگی کہ "آہ!
کیا آپ کو غذا کا بھی یاں احتمال تھا

بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہیں خاک پر
میں کیا کہوں زبان سے ان کا جو حال تھا

مجبور ہو کے، ان کے بہلنے کے واسطے
پانی چڑھا دیا ہے، یہ اُس کا اُبال تھا

ان سے یہ کہدیا ہے کہ اب مطمئن رہو
کھانا یہ پک رہا ہے، اسی کا خیال تھا

بے اختیار رونے لگے حضرت عمرؓ
بولے کہ "یہ میرے ہی کیے کا وبال تھا

جو کچھ کہ ہے، یہ سب ہے مری شامتِ عمل
از بس گناہ گار مرا بال بال تھا"

بازار جاکے لائے سب اسباب آب و نان
جو زخمِ قحط کا سببِ اندمال تھا

چولہے کے پاس بیٹھ کے خود پھونکتے تھے آگ
چہرہ تمام، آگ کی گرمی سے لال تھا

بچوں نے پیٹ بھر کے جو کھایا، تو کھل اٹھے
ایک ایک اب تو فرطِ خوشی سے نہال تھا

تھی وہ زنِ ضعیف، سراپا زبانِ شکر
یاں حضرت عمرؓ کو وہی انفعال تھا

کہتی تھی وہ جناب عمرؓ سے کہ "سچ یہ ہے
ہوتا جو تو خلیفہ، تو شایانِ حال تھا

عہدہ عمر کو یہ جو ملا، تجھ سے چھین کر
جو کچھ گذر رہا ہے یہ اُس کا وبال تھا"

خیر مقدم ڈاکٹر انصاری

ادا کرتے ہیں ہم شکرِ جنابِ حضرتِ باری
کہ آئے خیریت سے ممبرانِ وفدِ انصاری

ہزاروں کوس جاکر بھائیوں کی تم نے خدمت کی
یہی تھا درسِ اسلامی، یہی تھی رسمِ غمخواری

فراقِ ملک و ترکِ خانمان و دوریِ منزل
خدا کے فضل سے تم نے یہ کڑیاں جھیل لیں ساری

تمھارے روکنے کے واسطے ہنگامہ آرا تھے
صدائے نالہ ہائے درد و جوشِ گریہ زاری

نگاہِ حسرت آلودِ عزیزاں کی سناں بازی
فغانِ سینہ ریشانِ محبت کی شرر باری

مگر اک جذبۂ اسلام نے سب کو شکستیں دیں
کہ سب کو چھوڑ کر پہنچے وہاں با ایں گرانباری

جو سچ پوچھو تو تم انصار بھی ہو اور مہاجر بھی
کہ سب اہلِ وطن کو چھوڑ کر پہنچے پئے یاری

کسی کو خواب میں بھی یہ سعادت مل نہیں سکتی
مریضوں کے لئے وہ آپ کی شب ہائے بیداری

جو سچ پوچھو تو زیبا ہے تمھیں دعوائے آقائی
کہ تم نے کی ہے ترکانِ مجاہد کی پرستاری

تمھارا ناز اٹھائیں اہلِ ملت جس قدر کم ہے
کہ تم نے غازیانِ دیں کی کی ہے تیمارداری

تمھارے سامنے موتی کی لڑیاں پوست کم ہیں
کہ دیکھ آئے ہو تم ترکی یتیموں کی گہرباری

تمھیں کچھ جاں نوازی ہائے اسلامی کو سمجھو گے
کہ تم دیکھ آئے ہو نصرانیوں کا طرزِ خونخواری

نہیں ہے سوزِ اسلامی کا گو نام و نشاں باقی
تمھارے دل میں ہیں کچھ درد کی چنگاریاں باقی

مسلمانوں کے تم نے طالعِ واژوں بھی دیکھے ہیں
نئے سب انقلابِ گردشِ گردوں بھی دیکھے ہیں

تمھارا دردِ دل سمجھیں گے کیا ہندوستاں والے
کہ تم نے وہ مظالم ہائے روز افزوں بھی دیکھے ہیں

یتیموں کے سنے ہیں نالہ ہائے جاں گزا تم نے
زنانِ بے نوا کے چہرۂ محزوں بھی دیکھے ہیں

گھروں کو لوٹنے کے بعد زندوں کو جلا دینا
بلادِ مغربی کے یہ نئے قانوں بھی دیکھے ہیں

مسلمانوں کا قتلِ عام اور ترکوں کی بربادی
نتائج ہائے امیدِ گلیڈسٹوں بھی دیکھے ہیں

تمھیں نے غازیوں کے زخم پر ٹانکے لگائے ہیں
شہیدانِ وطن کے جامۂ پرخوں بھی دیکھے ہیں

تمھاری چشمِ عبرت گیر خود ہم سے یہ کہتی ہے
کہ ہم نے وہ مصائب ہائے گوناگوں بھی دیکھے ہیں

لہو کی چادریں دیکھی ہیں رخسارِ شہیداں پر
زمیں پر پارہ ہائے سینۂ پرخوں بھی دیکھے ہیں

نگار آرائیاں دیکھی ہیں چشمِ گوہر افشاں کی
شہیدانِ وغا کے عارضِ گلگوں بھی دیکھے ہیں

ہمیں سے کچھ پتہ ملتا ہے شیدایانِ ملت کا
کہ تم نے شاہدِ اسلام کے مقتوں بھی دیکھے ہیں

جنونِ جوشِ اسلامی کوئی سمجھا تو تم سمجھے
کہ تم نے لیلیٔ اسلام کے مجنوں بھی دیکھے ہیں

سہارا ہے اگر امید کا اب بھی کوئی باقی
تو تم نے وہ رموزِ قوتِ مکنوں بھی دیکھے ہیں

عجب کیا ہے یہ بیڑا غرق ہو کر پھر اچھل آئے
کہ ہم نے انقلابِ چرخِ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں

دعائے کہنہ سالاں ہے اگر مقبولِ یزدانی
تو اب دستِ دعا ہے اور یہ شبلیؔ نعمانی

مساواتِ اسلامی

۲۹

(بدر) میں معرکہ آرا جو ہوا لشکر کفر
(عتبہ ابن ربیعہ) تھا امیر العسکر

سب سے پہلے وہی میداں میں بڑھا تیغ بکف
ساتھ اک بھائی تھا اور بھائی کے پہلو میں پسر

اس طرح اُسنے مبارز طلبی کی پہلے
"مرد میدان کوئی تم میں ہو تو نکلے باہر"

سُنکے یہ لشکر اسلام سے نکلے پیہم
تین جانباز کہ اک ایک تھا اُسکا ہمسر

سامنے آئے جو یہ لوگ تو (عتبہ) نے کہا
"کس قبیلہ سے ہو؟ کیا ہے نسبِ مادر و پدر"

بولے "ہم وہ ہیں کہ ہے نام ہمارا انصار
ہم ہیں شیدائی اسلام ہے ہر فرد بشر

جاں نثارانِ رسول عربی ہیں ہم لوگ
اک اشارہ ہو تو ہم کاٹ کے رکھدیتے ہیں سر"

بولا (عتبہ) کہ "سچ کہتے ہو جو کہتے ہو
مگر افسوس کہ مغرور ہے اولادِ مضر

تم سے لڑنا تو ہمارے لیے ہے مایۂ عار
کہ نہیں تیغ قریشی کے سزاوار یہ سر"

کہہ کے یہ اُس نے کیا سرورِ عالم سے خطاب
"اے محمد! یہ نہیں شیوۂ اربابِ ہنر

جنگِ ناجنس سے معذور ہیں ہم آل قریش
بھیج اُنکو، جو ہوں رتبہ میں ہمارے ہمسر"

آپکے حکم سے انصار پھر آئے صف میں
حمزہ و حیدر کرار نے لی تیغ و سپر

اُنسے (عتبہ) نے جو پوچھا نسب و نام و نشاں
بولے یہ لوگ کہ "ہاشم کے ہیں ہم لختِ جگر"

بولا (عتبہ) کہ نہیں جنگ سے اب ہمکو گریز
آؤ اب تیغ قریشی کے دکھائیں جوہر

یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالب کفو
یا مساوات کا اسلام کے پھیلا یہ اثر

بارگاہ نبوی کے جو موذن تھے (بلال)
کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر

"میں غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں
یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہو میری قرابت سے عذر"

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ "دل سے منظور"
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر!!

عہد فاروق میں جس دن کہ ہوئی انکی وفات
یہ کہا حضرت (فاروق) نے با دیدۂ تر

"اٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا!
اٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر!!"

اس مساوات پہ ہی معشر اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر!

ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر

عشقِ رسول کا معیار!

کافروں نے یہ کیا جنگِ اُحد میں مشہور
کہ پیمبر بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ دو دم

ہوگیا مشہور مدینہ میں جو پہونچی یہ خبر
ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت و غم

ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم

وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف
جس میں تھیں سیدۂ پاک بھی با دیدۂ نم

ایک خاتون کہ انصار نکو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس انکے بہم

موقعِ جنگ پہ پہونچیں تو یہ لوگوں نے کہا
"کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم

تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ ستم

سب سے بڑھکر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید
گھر کا گھر صاف ہوا، ٹوٹ پڑا کوہِ الم"

اس عفیفہ نے یہ سب سن کے کہا تو یہ کہا
"یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اُمم"

سب نے دی اسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضور
گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھکے اس نے رخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
"تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم"

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں! تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

ہمارا طرزِ حکومت

قرابت راجگانِ ہند سے اکبر نے جب چاہی
کہ یہ رشتہ عروسِ کشور آرائی کا زیور تھا

تو خود فرماندہِ (جیپور) نے نسبت کی خواہش کی
اگرچہ آپ بھی وہ صاحبِ دیہیم و افسر تھا

ولی عہد حکومت اور خود شاہنشہ اکبر
گئے امبر تک جو تخت گاہ ملک و کشور تھا

اُدھر راجہ کی نور دیدہ گھر میں حجلہ آرا تھی
اِدھر شہزادہ پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا

دلھن کو گھر سے منزل گاہ تک اس شان سے لائے
کہ کوسوں تک زمیں پر فرشِ دیبائے مشجر تھا

دلھن کی پالکی خود اپنے کاندھوں پر جو لائے تھے
وہ شاہنشاہ اکبر اور جہانگیر ابن اکبر تھا

یہی ہیں وہ نسیم انگیزیاں عطرِ محبت کی
کہ جن سے بوستانِ ہند برسوں تک معطر تھا

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ "عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا"!

خُلقِ عظیم

ایک خاتون کی آزادانہ گستاخی

اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم و عفو

"ہند" تھی پردہ نشین حرم بوسفیان
لقب "ہند جگرخوار" سے جو ہے مشہور

بارگاہ نبوی میں وہ ہوئی جب حاضر
اس ارادہ سے کہ ہو داخل ارباب حضور

عرض کی خدمت اقدس میں کہ "اے ختم رسل
دین اسلام ہی مجھکو بہ دل و جان منظور

آپ ہم پردہ نشینوں سے جو بیعت لینگے
کونسے کام ہیں جن کا کہ برتنا ہی ضرور؟"

آپ نے لطف و عنایت سے یہ ارشاد کیا
"پہلی یہ بات کہ ہو شائبہ شرک سے دور

دوسری یہ کہ نبوت کا ہے لازم اقرار"
بولی! "ان باتوں سے انکار نہیں مجھکو حضور"

پھر یہ ارشاد ہوا! منع ہی اولاد کا قتل
اس شقاوت سے ہر اک شخص کو بچنا ہی ضرور"

عرض کی اس نے کہ "اے شمع شبستان رسل!
یہ وہ موقع ہی کہ عاجز ہی یہاں فہم و شعور

میں نے اولاد کو پالا تھا بڑی محنت سے
میں انہیں آنکھ میں رکھتی تھی کہ تھے آنکھ کا نور

بدر میں قتل انہیں حضرت والا نے کیا
ہم سے کیا عہد اب اس بات کا لیتے ہیں حضور"

گرچہ یہ سوء ادب تھا غلطی پر مبنی،
گرچہ یہ بات تھی خود شیوۂ انصاف سے دور

اس کی اولاد نے خود جنگ میں کی تھی سبقت
لڑکے مارا کوئی جائے تو یہ کس کا ہی قصور؟

لیکن آزادی انکار تھی ازبسکہ پسند
آپ نے فرط کرم سے اسے رکھا معذور

کتبہ الشیخ امجد علی علی گڈھی
۱۳۳۲ھ